سیدنا شعیب علیہ السلام کی مختصر سرگزشت

مولانا عبدالکریم اثری

شعیب علیہ السلام اور آپ ﷺ کی قوم کا تذکرہ قرآن کی سورۃ الاعراف، ہود، الحجر، الشعراء اور سورۃ العنکبوت میں کیا گیا ہے۔ الاعراف، ہود اور الشعراء میں قدرے تفصیل کے ساتھ اور باقی مقامات پر مختصر۔ شعیب السلام کی بعثت مدین یا مدیان میں ہوئی۔ مدین کسی مقام کا نام نہیں بلکہ قبیلہ کا نام ہے۔ یہ قبیلہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا جو ان کی تیسری بیوی قطورا سے پیدا ہوا اس لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ خاندان بنو قطورا کے نام سے معروف ہے۔ اسی طرح ایک خاندان بنو سارہ اور دوسرا بنو ہاجرہ کے نام سے معروف ہے اور تینوں خاندانوں کی اصل سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

"مدین" اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے سوتیلے بھائی اسمٰعیل علیہ السلام کے پہلو ہی میں یعنی حجاز میں آباد ہوا تھا اور یہی خاندان آگے چل کر ایک بہت بڑا قبیلہ بن گیا اور شعیب علیہ السلام بھی چونکہ اسی نسل اور اسی قبیلہ سے تھے اس لئے ان کی بعثت کے بعد یہ "قوم شعیب" کہلایا۔

یہ قبیلہ کس مقام پر آباد تھا؟ قرآن کریم نے اس قبیلہ کی آبادی کے متعلق ہم کو دو باتوں سے متعارف کرایا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ "وان کان اصحب الایکۃ لظلمین . فانتقمنا منھم وانھما لبامام مبین" (الحجر ۱۵:۷۸، ۷۹) "اور ایکہ والے بھی ظالم تھے تو دیکھ لو کہ ہم نے بھی ان سے انتقام لیا اور ان دونوں قوموں کے (اجڑے ہوئے) علاقے کھلے راستے پر واقع ہیں۔"

ان دونوں سے مراد اصحاب الایکہ اور لوطؑ کی قوم بتائی گئی ہے اور پھر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ "اصحاب الایکہ" اور "مدین" ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ فرق ہے تو صرف یہ کہ "مدین" متمدن اور شہری علاقے کے لوگ تھے اور "اصحاب الایکہ" دیہاتی اور بدوی قبیلہ جو جنگل اور بن میں آباد تھا اس لئے اس کو بن والا یا جنگل والا کہا گیا ہے کہ "ھما" سے مراد اس ایک قبیلہ کی دونوں شاخیں مراد ہیں یعنی دیہاتی اور شہری۔

بہر حال معروف یہی ہے کہ "مدین" اور "اصحاب الایکہ" ایک ہی قبیلہ ہے جو باپ کی نسبت

سے "مدین" کہلایا اور زمین کی طبعی اور جغرافیائی حیثیت سے "اصحاب الایکہ" کے لقب سے مشہور ہوا۔

بعض مورخین نے شعیب علیہ السلام کے زمانہ کا تعین کرنے میں ایک سخت غلطی کی ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے شعیب علیہ السلام کا زمانہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے کافی بعد بتلایا ہے جو سراسر غلط اور لغو بات ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے سورۃ الاعراف میں سیدنا نوحؑ، ہودؑ، صالحؑ، لوطؑ اور شعیب (علیہم السلام) کے ذکر کے بعد فرمایا ثم بعثنا من بعدھم موسی پھر ان سب کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو مبعوث کیا اور یہی بات سورۂ یونس، سورۂ حج، سورۂ ہود اور سورۃ العنکبوت میں کہی گئی۔ دراصل ان مورخین سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے یشعیا علیہ السلام کی جگہ شعیب علیہ السلام تحریر کر دیا اس لئے کہ جس زمانہ کی نشاندہی کی گئی وہ بلا شبہ یشعیا کا زمانہ ہے۔ (قصص الانبیاء للنجار مصری ص ۱۸۵)

بہر حال شعیب علیہ السلام جب اپنی قوم میں مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بداعمالیوں کا ارتکاب صرف افراد و آحاد میں ہی نہیں ہے بلکہ ساری قوم کی قوم گرداب ہلاکت میں ہے اور اپنی بداعمالیوں میں اس قدر سرمست و سرشار ہے کہ ایک لمحہ کیلئے بھی ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے سب کا سب معصیت اور گناہ ہے بلکہ وہ اپنے ان اعمال کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ ساری بداخلاقیوں کی فہرست تو بہت لمبی ہے لیکن جن قبیح امور نے خصوصیت کے ساتھ ان میں رواج پالیا تھا وہ یہ تھے:

۱۔ بت پرستی اور مشرکانہ رسم و رواج۔ ۲۔ خرید و فروخت میں کم تولنا، کم ماپنا بلکہ دوسرے کو اس کے حق سے کم دینا اور خود اپنے حق سے زیادہ لینا۔ ۳۔ اشیاء خوردنی اور دوسری ساری اشیاء صرف میں کھوٹ ملانا۔ ۴۔ رہی ہے وہی کچھ اس وقت شعیب علیہ السلام کی قوم کرتی تھی۔

قوموں کے عام رواج کے مطابق دراصل اس وقت ان کی رفاہیت، خوش عیشی، دولت و ثروت کی فراوانی، زمین اور باغوں کی بہتات اور زرخیزی و شادابی نے ان کو اس قدر مغرور بنا دیا تھا کہ وہ ان تمام امور کو اپنی ذاتی میراث اور اپنا خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے اور ایک ساعت کیلئے بھی ان کے دل میں یہ خطرہ نہیں گزرا تھا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش ہے کہ وہ شکر گزار ہوتے اور سرکشی سے باز رہتے۔ مختصر یہ کہ ان کی فارغ البالی نے ان میں طرح طرح کی بداخلاقیوں اور قسم قسم کے عیوب پیدا کر دیئے جن کو آج کل کے ماحول میں سمجھنا کوئی مشکل بات نہیں۔

آخر الٰہی قانون حرکت میں آیا اور سنت اللہ کے مطابق ان کو راہ دکھانے، فسق و فجور سے

بچانے اور امین و متقی اور با اخلاق بنانے کیلئے انہی میں سے ایک ہستی کو چن لیا اور شرف نبوت و رسالت سے نواز کر اس کو دعوت اسلام اور پیغام حق کا امام بنایا یہ ہستی شعیب علیہ السلام کی ذات گرامی تھی۔

اللہ کی وحدانیت اور شرک سے بیزاری کا اعتقاد تو تمام نبیوں اور رسولوں کی تعلیم کی مشترک بنیاد اور اصل ہے جو سیدنا شعیب علیہ السلام کے حصہ میں بھی آئی تھی مگر قوم کی مخصوص بد اخلاقیوں پر توجہ دلانے اور ان کو راہ راست پر لانے کیلئے انہوں نے اس قانون کو بھی اہمیت دی کہ خرید و فروخت کے معاملہ میں یہ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ جو جس کا حق ہے وہ پورا پورا اس کے سپرد کردو تنوع معاملات میں بھی ایک ایسی بنیاد ہے جو متزلزل ہو جانے کے بعد ہر قسم کے ظلم و فسق و فجور اور اسی طرح کی دوسری خرابیوں اور بد اخلاقیوں کا باعث بنتی ہے۔

الغرض شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کی بد اعمالیوں کو دیکھ کر سخت دکھ محسوس کیا اور رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے ہوئے قوم کو انہی اصولوں کی طرف بلایا جو دوسرے انبیائے کرامؑ کی دعوت و ارشاد کا خلاصہ ہیں۔ فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگو! ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ کوئی پرستش کے لائق نہیں اور خرید و فروخت میں ناپ تول کو پورا رکھو اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں کھوٹ نہ کرو اور نہ ہی لوگوں کی چیزوں میں کھوٹ ملاؤ۔ کل تک ممکن ہے کہ تم کو ان بد اخلاقیوں کی برائیوں کا حال معلوم نہ ہوا ہو مگر آج تمہارے پاس اللہ کی حجت، نشانی اور برہان آچکی ہے اس لئے اب جہل و نادانی، عفو و درگزر کے قابل نہیں رہی۔ حق کو قبول کرو اور باطل سے باز آؤ کہ یہی کامیابی اور کامرانی کی راہ ہے اور اللہ کی زمین میں فتنہ و فساد نہ کرو جب کہ اللہ نے اس کی صلاح و خیر کے تمام سامان مہیا کر دیے ہیں۔ اگر تم ایمان و یقین کی دولت و صداقت موجود ہے تو سمجھ لو کہ یہی فلاح و بہبود کی راہ ہے اور دیکھو ایسا نہ کرو کہ دعوت حق کی راہ کو روکنے اور لوگوں کو لوٹنے کے لئے ہر راہ پر جا بیٹھو اور جو آدمی بھی ایمان لائے اس کو اللہ کی راہ اختیار کرنے پر دھمکیاں دینے لگو اور اس کج روی پیدا کرنے کے درپے ہو جاؤ۔ اے میری قوم کے لوگو! اس وقت کو یاد کرو اور اپنے اللہ کا احسان مانو کہ تم بہت تھوڑے تھے پھر اللہ نے تم کو امن و عافیت دے کر تمہاری تعداد کو بیش از بیش بڑھا دیا۔

اے میری قوم کے لوگو! ذرا اس پر بھی غور کرو کہ جن لوگوں نے اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے کا شیوہ اختیار کیا تھا ان کا انجام کس قدر عبرت ناک ہوا اگر تم میں سے ایک جماعت مجھ پر ایمان لے آئی اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صرف اتنی سی بات پر معاملہ ختم ہو جانے والا نہیں بلکہ صبر کے ساتھ انتظار

کرو تا آنکہ اللہ ہمارے درمیان آخری فیصلہ کر دے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ شعیب علیہ السلام نہایت ہی فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ شیریں کلامی، حسن خطابت، طرز بیان اور طاقت لسانی میں بہت نمایاں امتیاز رکھتے تھے اس لئے وہ آج تک خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ پس انہوں نے نرم و گرم ہر طریقہ سے قوم کو رشد ہدایت کے یہ کلمات ارشاد فرمائے مگر اس بدبخت قوم پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا اور چند ضعیف اور کمزور ہستیوں کے علاوہ کسی نے پیغام برحق پر کان نہ دھرا وہ خود بھی اس طرح کے اس طرح بداعمال رہے اور دوسروں کی راہ بھی مارتے رہے۔ وہ راستوں میں بیٹھ جاتے اور شعیب علیہ السلام کے پاس آنے جانے والوں کو قبول حق سے روکتے اور اگر موقعہ لگ جاتا تو لوگوں کو لوٹ بھی لیتے اور اگر اس پر بھی کوئی خوش قسمت حق پر لبیک کہہ دیتا تو اسے ڈراتے دھمکاتے اور طرح طرح سے کج روی پر آمادہ کرتے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود شعیب علیہ السلام کی دعوت کا سلسلہ برابر جاری رہا تو ان میں سے سربرآوردہ لوگوں نے جن کو اپنی شوکت و طاقت پر غرور تھا شعیبؑ سے کہا اے شعیبؑ! دو باتوں میں سے ایک ضرور ہو کر رہے گی یا ہم تجھ کو اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے اور تیرا دیس نکالا کریں گے یا تم کو مجبور کریں گے کہ تم بھی سارے کے سارے پھر ہمارے دین میں واپس آجاؤ جو ہمارے باپ دادا کا دین ہے۔

شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ہم تمہارے دین کو غلط اور باطل سمجھتے ہوں تب بھی زبردستی مان لیں یہ تو بڑا ظلم ہے؟ اور جب کہ ہم کو اللہ رب العزت نے تمہارے اس دین سے نجات دے دی تو پھر ہم اس کی طرف لوٹ جائیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ ہم نے جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان باندھا۔ یہ ناممکن ہے ہاں! اگر اللہ کی یہی مرضی ہو تو وہ جو چاہے گا کرے گا ہمارے رب کا علم تمام چیزوں پر چھایا ہوا ہے ہمارا تو صرف اسی پر بھروسہ ہے۔ اے ہمارے رب! تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق اور سچائی کے ساتھ فیصلہ فرما دے تو ہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ قوم کے سرداروں نے جب شعیب علیہ السلام کا یہ عزم و استقلال دیکھا تو اب ان سے روئے سخن پھیر کر اپنی قوم کے لوگوں سے کہنے لگے خبردار! اگر تم نے شعیب کا کہنا مانا تو تم ہلاک و برباد ہو جاؤ گے۔

شعیب علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس لئے بھیجا ہے کہ میں اپنے مقدور بھر تمہاری اصلاح کی کوشش کروں اور میں جو کچھ کہتا ہوں اس کی صداقت اور سچائی کیلئے اللہ کی حجت، دلیل اور نشانی بھی پیش کر رہا ہوں مگر افسوس کہ تم اس واضح حجت کو دیکھ کر بھی سرکشی و نافرمانی پر قائم

ہو اور مخالفت کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو تم سے چھوٹا ہوا ہو، پھر میں تم سے اپنی رشد و ہدایت کے بدلہ میں کوئی اجرت بھی نہیں مانگتا اور نہ ہی کسی دنیوی نفع کا طالب ہوں میرا اجر تو اللہ کے پاس ہے اور اگر تم اب بھی نہ مانو گے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ کا عذاب تم کو ہلاک و برباد نہ کر ڈالے اس کا فیصلہ اٹل ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اس کو رد کر دے۔ وہ پچھلی دعوتوں کے ساتھ یہی کرتا آیا ہے اور اب بھی وہی کچھ کرے گا کون ہے جو اس کو اس سے روک سکے۔ قوم کے سردار تیوری چڑھا کر بولے شعیب کیا تیری نماز ہم سے یہ چاہتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے بزرگوں، دیوتاؤں اور بیروں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ اور ہم کو اپنے مال و دولت میں یہ اختیار ہی نہ ہے کہ جس طرح چاہیں معاملہ کریں۔ اگر ہم کم تولنا چھوڑ دیں۔ لوگوں کی اشیا صرف میں کھوٹ نہ کریں تو مفلس و قلاش ہو کر رہ جائیں۔ پس کیا ایسی تعلیم دینے میں تجھ کو کوئی متین اور سچا رہبر کہہ سکتا ہے۔

شعیب علیہ السلام نے نہایت بیدل سوزی اور محبت کے ساتھ فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگو! مجھے یہ خوف لگ رہا ہے کہ تمہاری یہ بیباکیاں اور اللہ کے مقابلہ میں نافرمانیاں کہیں تمہارا بھی وہی انجام نہ کر دیں جو تجھ سے پہلے قوم نوحؑ، قوم ہودؑ، قوم صالحؑ اور قوم لوطؑ کا ہوا۔ اب بھی کچھ نہیں گیا اپنے اللہ کے سامنے جھک جاؤ اور اپنی بدکرداریوں کیلئے بخشش کے طلب گار بن جاؤ اور ہمیشہ کیلئے ان سے تائب ہو جاؤ بلاشبہ میرا پروردگار رحم کرنے والا اور بہت ہی مہربان ہے وہ تمہاری تمام خطائیں بخش دے گا۔ قوم کے سرداروں نے یہ سن کر جواب دیا۔ اے شعیب! ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا تو کیا کہتا ہے؟ تو ہم سب سے کمزور اور غریب ہے اگر تیری باتیں سچی ہوتیں تو تیری زندگی ہم سے زیادہ اچھی ہوتی اور سن لے کہ ہم کو صرف تیرے خاندان کا ڈر ہے ورنہ تجھ کو سنگسار کر کے رہتے تو ہرگز ہم پر غالب نہ آ سکتا۔ یہ باتیں سن کر شعیب علیہ السلام نے فرمایا افسوس ہے تم پر! کیا تمہارے لئے اللہ کے مقابلہ میں میرا خاندان زیادہ ڈر کا باعث رہا ہے حالانکہ میرا رب تمہارے تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔ بہر حال اگر تم نہیں مانتے تو تم جانو ہم وہ سب کچھ کرتے رہو جو کر رہے ہو عنقریب اللہ کا فیصلہ بتا دے گا کہ عذاب کا مستحق کون ہے اور کون جھوٹا اور کاذب ہے۔ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں؟

انجام کار وہی ہوا جو قانون الٰہی کا ابدی و سرمدی فیصلہ ہے یعنی حجت و برہان کی روشنی آنے کے بعد بھی جب باطل پر اصرار ہو اور اس کی صداقت کا مذاق اڑایا جائے اور اس کی اشاعت میں رکاوٹیں ڈالی جائیں تو پھر اللہ کا عذاب اسی مجرمانہ زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے اور آنے والی قوموں کیلئے اس کو عبرت و

موعظت بنا دیتا ہے۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں قوم شعیب کو دو قسم کے عذاب نے آگھیرا ایسا کہ اس سے پہلے لوط علیہ السلام قوم کے ساتھ ہوا تھا۔ ایک زلزلہ کا عذاب اور دوسرا آگ کی بارش کا عذاب یعنی جب وہ لوگ اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے تو یکا یک ایک ہولناک زلزلہ آیا اور ابھی یہ ہولناکی ختم نہ ہوئی تھی کہ اوپر سے آگ برسنے لگی اور نتیجہ یہ نکلا کہ صبح کو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کل کے سرکش اور مغرور آج گھٹنوں کے بل اوندھے جھلسے ہوئے پڑے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ:

فاخذتهم الرجفة فاصبحوا في دارهم جثمين (الاعراف ۷:۹۱) ''پس ایسا ہوا کہ لرزا دینے والی ہولناکی نے انہیں آلیا اور جب ان پر صبح ہوئی تو گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے۔

فكذبوه فاخذهم عذاب يوم الظلة انه كان عذاب يوم عظيم (الشعراء ۲۶:۱۸۹) ''انہوں نے اسے جھٹلا دیا آخر کار بادل والے عذاب نے (جسے میں آگے تھی) آ پکڑا۔ بلاشبہ وہ بڑے ہی ہولناک دن کا عذاب تھا''

شعیب علیہ السلام کے ایک ارشاد پر بعض مفسرین نے کچھ ناک ٹوئی لگائی ہے کہ آپ نے قوم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ:

وما يكون لنا ان نعود فيها الا ان يشاء الله ربنا (الاعراف ۷:۸۹) ہمارے لئے ممکن نہیں اب قدم پیچھے ہٹائیں ہاں! اللہ اگر چاہے تو ایسا ہو سکتا۔ اعتراض یہ ہے کہ یہ استثنائی صورت کونسی ہے؟ کیا اللہ ایسے چاہے گا۔ ذرا غور کرو کہ شعیب علیہ السلام نے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے جس میں آپ اور آپ پر سارے ایمان لانے والے شامل ہیں۔ تو ایسا ممکن ہے کہ آپ پر ایمان لانے والوں میں سے وہ کسی کو ڈرا دھمکا کر بہکا لیں تو ایسا ہونا ممکن ہے اس لئے سب کی ذمہ داری لینا ممکن نہیں ہو سکتا اس لئے آپ نے پہلے ہی استثنائیہ جملہ ارشاد فرما دیا۔

یہ اس صورت میں ہے جب ''فیھا'' کی ضمیر کا مرجع مذکورہ ملت ہی سمجھا جائے مگر ہمارے نزدیک اس کا مرجع قریہ بھی ہو سکتا ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا پس ''عود'' سے مراد عود الی الملۃ نہیں بلکہ عود الی القریہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم خود ہی اس بستی کو چھوڑ کر جانے والے ہیں پھر جب اللہ چاہے گا تو ہم فاتحانہ طور پر اس میں داخل ہوں گے یا تمہارے عذاب دیئے جانے کے بعد تمہاری نعشوں کو دیکھنے کیلئے حاضری دیں گے اور پھر ایسا ہی ہوا جب اللہ نے چاہا۔

اس کے بعد اس جگہ ان آیات کریمات کو جمع کر دیا جاتا ہے جن آیات میں شعیب علیہ السلام کی دعوت کا بیان آیا ہے اگر اس سے پہلے جو کچھ تحریر کیا گیا وہ بھی انہی آیات کا ماحصل ہے بہر حال ان آیات کا ترجمہ اس جگہ دیا جا رہا ہے اور آیات کی تلاوت مقصود ہو تو متن قرآن کریم سے مطالعہ کریں اور تفسیر کے دیکھنے کی ضرورت ہو تو تفسیر پر نظر کر لیں۔

''اور مدین کی بستی میں شعیبؑ کو بھیجا گیا کہ وہ انہی کے بھائی بندوں میں سے تھا۔ اس نے کہا اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل تمہارے سامنے آ چکی۔ پس چاہئے کہ ماپ پورا پورا کیا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو ملک کی درستی کے بعد اس میں خرابی نہ ڈالو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یقین کرو اس میں تمہارے لئے بہتری ہے اور دیکھو ایسا نہ کرو کہ (لوگوں کے روکنے کیلئے) ہر راستہ پر جا بیٹھو اور جو آدمی بھی ایمان لائے اسے دھمکیاں دے کر اللہ کی راہ سے روکنے لگو اور اس میں کجی ڈالنے کے درپے ہو جاؤ۔ اللہ کا احسان یاد کرو کہ تم بہت تھوڑے تھے اس نے تمہاری تعداد زیادہ کر دی اور پھر غور کرو کہ جن لوگوں نے فساد کا شیوہ اختیار کیا تھا انہیں کیسا کچھ انجام پیش آ چکا ہے اور اگر ایسا ہے کہ تم میں سے ایک گروہ اس تعلیم پر ایمان لے آیا ہے جس کی تبلیغ کیلئے میں بھیجا گیا ہوں اور دوسرا گروہ وہ جس کو اس پر یقین نہیں صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اس پر قوم کے سرداروں نے جنہیں گھمنڈ تھا کہا کہ اے شعیب یا تو تجھے اور ان سب کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں ہم اپنے شہر سے ضرور نکال باہر کریں گے یا تمہیں مجبور کر دیں گے کہ ہمارے دین میں لوٹ آئیں حالانکہ اللہ نے ہم کو اس سے نجات دے دی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے جھوٹ بولتے ہوئے اللہ پر بہتان باندھا۔ ہمارے لئے ممکن نہیں کہ اب ہم قدم پیچھے ہٹائیں۔ ہاں! اللہ جو چاہے گا وہ ہوگا، کوئی چیز نہیں جس پر وہ اپنے علم سے چھایا ہوا نہ ہو، ہمارا تمام بھروسا اسی پر ہے۔ اے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کر دے تو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ قوم کے سرداروں نے جو شعیبؑ کی تعلیم سے انکاری تھے کہا کہ اگر تم نے شعیبؑ کی پیروی کی تو بس سمجھ لو کہ تم برباد ہوئے۔ پس ایسا ہوا کہ ایک لرزا دینے والی ہولناکی نے انہیں آ لیا اور جب ان پر صبح ہوئی تو گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے۔ جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا تھا وہی برباد ہونے والے تھے۔ بہر حال شعیبؑ ان سے کنارہ کش ہو گیا اس نے کہا بھائیو! میں نے پروردگار کے پیغامات تمہیں پہنچا دیے

تھے اور تمہاری بہتری چاہی تھی تو میں نہ ماننے والوں پر اب کیسے افسوس کروں؟'' (الاعراف ۷: ۸۵ تا ۹۳)

''اور ہم نے قبیلہ مدین کی طرف اس کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا۔ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ماپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خوش حال ہو، اللہ نے تمہیں بہت کچھ دے رکھا ہے، میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا ایسا دن نہ آ جائے جو سب پر چھا جائے گا اور اے میری قوم کے لوگو! ماپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو، ملک میں شر و فساد پھیلاتے نہ پھرو، اگر تم کہا مانو تو جو کچھ اللہ کا دیا تمہارے لئے بچ رہے اس میں تمہارے لئے بہتری ہے اور دیکھو میں تم پر کچھ نگہبان نہیں۔

لوگوں نے کہا اے شعیبؑ! کیا تیری یہ نمازیں تجھے یہ حکم دیتی ہیں کہ ہمیں آکر کہے کہ ان معبودوں کو چھوڑ دو جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں یا یہ کہ تمہیں اختیار نہیں کہ اپنے مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہو کرو؟ بس تم ہی ایک نرم دل اور راست باز آدمی رہ گئے ہو۔ شعیبؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل روشن رکھتا ہوں اور اس کے فضل و کرم کا یہ حال ہو کہ اچھی روزی عطا فرما رہا ہو اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں روکتا ہوں اس سے تمہیں تو روکوں اور خود اس کے خلاف چلوں۔ میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرے بس میں ہے اصلاح حال کی کوشش کروں، میرا کام بنتا ہے تو اللہ ہی کی مدد سے بنتا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اے میری قوم کے لوگو! میری ضد میں آکر کہیں ایسی بات نہ کر بیٹھنا کہ تمہیں بھی ویسا ہی معاملہ پیش آ جائے جیسا قوم نوحؑ کو یا قوم صالحؑ کو پیش آ چکا ہے اور قوم لوطؑ تو تم سے کچھ دور نہیں۔

''اور دیکھو اللہ سے معافی مانگو، اس کی طرف لوٹ جاؤ، میرا پروردگار بڑا ہی رحمت والا ہی محبت والا ہے۔ لوگوں نے کہا اے شعیبؑ! تم جو کچھ کہتے ہو اس میں سے اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہم لوگوں میں ایک نہایت ہی کمزور آدمی ہو اگر تمہاری برادری کے آدمی نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے تمہاری ہمارے سامنے کوئی ہستی نہیں۔ شعیبؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا اللہ سے بڑھ کر تم پر میری برادری کا دباؤ ہے؟ اور اللہ تمہارے لئے کچھ نہ ہوا کہ اسے پیچھے ڈال دیا؟! اچھا جو کچھ تم کرتے ہو میرے احاطہ علم سے باہر نہیں۔ اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ کام کئے

جاؤ میں بھی سرگرم عمل ہوں، بہت جلد معلوم کر لو گے کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کون فی الحقیقت جھوٹا ہے، انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

''اور پھر ہماری ٹھہرائی ہوئی بات کا وقت آ پہنچا تو ایسا ہوا کہ ہم نے شعیب کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور جو لوگ ظالم تھے انہیں ایک سخت آواز نے آ پکڑا پس جب صبح ہوئی تو اپنے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔ وہ اس طرح اچانک ہلاک ہو گئے گویا ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ تو سن رکھو کہ قبیلہ مدین کیلئے بھی محرومی ہوئی جس طرح قوم ثمود کیلئے محرومی ہوئی تھی۔''

''اصحاب الایکہ نے رسولوں کو جھٹلایا، یاد کرو جب کہ شعیب نے ان سے کہا تھا، کیا تم ڈرتے نہیں، میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے، دیکھو ماپ تول کو ٹھیک کرو اور کسی کو کم تول ناپ کر نہ دو، صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو، زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اور اس ذات کا خوف کرو جس نے تمہیں اور گزشتہ نسلوں کو پیدا کیا ہے۔ قوم کے لوگوں نے کہا تو محض ایک سحر زدہ آدمی ہے اور تو کچھ نہیں ہے مگر ایک انسان ہم ہی جیسا اور ہم تو تجھے بالکل جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے۔ شعیب نے کہا، میرا رب جانتا ہے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو انہوں نے اسے جھٹلا دیا آخر کار بادل والے دن کا عذاب (جس میں آگ بھی تھی) ان پر آ گیا اور وہ بڑے ہی خوفناک دن کا عذاب تھا۔'' (الشعراء ۲۶:۱۷۶ تا ۱۸۹)

''اور طرف مدین کی ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اور روز آخرت کے امیدوار رہو اور زمین میں مفسد بن کر زیادتیاں نہ کرتے پھرو مگر انہوں نے اسے جھٹلا دیا اور آخر کار ایک سخت زلزلے نے انہیں آ لیا اور وہ اپنے گھر میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔'' (العنکبوت ۲۹:۳۶ تا ۳۷)

شعیب علیہ السلام کی دعوت کو اختصار کے ساتھ بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ قارئین کے ذہن میں کچھ نہ کچھ باتیں تو ضرور رہ جائیں۔

۱۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں۔ سارہ، ہاجرہ، اور قطورا اور تینوں بیویوں میں اولاد بھی تھی۔ اس لئے آپؑ کی اولاد بنو سارہ، بنو ہاجرہ اور بنو قطورا کے نام سے معروف ہوئی۔ شعیب علیہ السلام کا

تعلق بنو قطورا کی شاخ سے تھا۔ قطورا کے ہاں چھ بیٹے پیدا ہوئے تھے جن میں ایک کا نام ''مدیان'' یا ''مدین'' تھا اور یہی شخص اپنے خاندان کے نام کا باعث ہوا اور قبیلہ مدین کے نام سے معروف ہوا۔

۲۔ ''اصحاب الایکہ'' اور ''قوم مدین'' ایک ہی قوم کے دو نام ہیں اس لئے شعیب علیہ السلام قوم مدین کے نبی ہوئے اور اصحاب الایکہ کے نبی بھی کہلائے۔

۳۔ شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ ماپ تول میں خیانت نہ کرو، نہ تو حق سے زیادہ لو، نہ حق سے کم دو اور ملک میں شر و فساد نہ پھیلاتے پھرو یعنی لوٹ مار اور ڈاکہ زنی نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اللہ کے عذاب کی لپیٹ میں آ جاؤ۔

۴۔ لوگوں نے کہا تم اپنے اللہ کی جتنی عبادت کرنی چاہو کرو لیکن کیا تمہاری نمازیں یہ بھی کہتی ہیں کہ دوسروں کو ان کی راہ سے ہٹاؤ؟ اور پھر وہ بھی اس راہ سے ہٹاؤ جس پر ان کے باپ دادا چلتے آئے ہیں؟

۵۔ ہم اپنے مال کے خود مالک ہیں اس لئے خود مختاری سے جس طرح چاہیں خرچ کریں تم اپنے ماپ تول کی باتیں رہنے دو معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا میں صرف آپ ہی ایک نیک اور خوش معاملہ آدمی ہو؟ کیا سارے غلط ہیں اور تم ہی صحیح ہو؟

۶۔ شعیب علیہ السلام نے کہا اگر اللہ نے مجھ پر علم و بصیرت کی راہ کھول دی ہو اور میں بتا رہا ہوں کہ تم ہلاکت کی طرف گامزن ہو تو بتلاؤ کہ میرا فرض نہیں کہ تم کو بتلاؤں کہ سلامتی کی راہ کیا ہے؟

۷۔ تم میری ضد میں آ کر کیوں حق سے منہ موڑتے ہو؟ میں ایسا تو نہیں کرتا کہ تمہیں ایک بات سے روکوں اور پھر خود وہی کرنے لگوں میں تم کو وہی بات کہتا ہوں جس پر خود عمل کرتا ہوں۔

۸۔ تم میری تبلیغ سے بگڑتے کیوں ہو؟ میں تم پر نگہبان بن کر تو آیا نہیں کہ تم کو مجبور کروں، میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میرے بس میں ہے اور میرے کام کو بننا ہے تو اللہ ہی کی مدد سے بننا ہے۔ میرا بھروسہ تو صرف اور صرف اسی پر ہے۔

۹۔ بحر قلزم کی جو شاخ عرب اور جزیرہ نما سینا کے درمیان سے گزرتی ہے اس کے کنارے مدین کا قبیلہ آباد تھا چونکہ یہ جگہ شام افریقہ اور عرب کے تجارتی قافلوں کا نقطہ اتصال تھا اس لئے اشیاء تجارت کے مبادلہ کی بڑی منڈی بن گئی اور لوگ خوش حال ہو گئے اس لئے شعیبؑ نے کہا کہ لوگو میں تم کو خوش حال پاتا ہوں۔

۱۰۔ لیکن جب لوگوں کے اخلاق فاسد ہو گئے تو کاروبار میں خیانت کرنے لگے اور ماپ تول کے انصاف سے نا آشنا ہو گئے اس لئے شعیب علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ ان کو اس بات سے روکا۔

۱۱۔ لوگوں کی بنا نزاع کیا بات تھی؟ صرف یہ کہ تم خود جو چاہو عمل کرتے رہو لیکن تم دوسروں کو اپنی راہ پر چلانے کی دعوت کیوں دیتے ہو؟

۱۲۔ شعیب علیہ السلام نے کہا اس لئے یہی میرا کام ہے، اسے میں کیسے چھوڑ دوں؟ سچائی کی روشنی میرے سامنے ہے اس لئے میں اس کے اعلان سے باز نہیں رہ سکتا۔

۱۳۔ راہ حق میں ذاتی خصومت اور شخصی حسد سے بڑھ کر کوئی روک نہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے سرداروں کو شعیبؑ سے ذاتی خصومت ہو گئی تھی اس لئے شعیب علیہ السلام نے کہا کہ میری ضد میں آ کر پیام حق کے مخالف نہ ہو جاؤ۔ کہیں اللہ کے عذاب کے مستحق نہ ٹھہر جاؤ۔

۱۴۔ انسان انسانوں کا پاس کرتا ہے لیکن سچائی کا پاس نہیں کرتا، وہ انسانوں کے خیال سے ایک بات چھوڑ دے گا لیکن اللہ کے خوف سے نہیں چھوڑے گا اس لئے لوگوں نے کہا کہ تجھے سنگسار کر دیا تھا لیکن تیرے قبیلہ کے خوف سے ایسا نہیں کر سکتے۔

۱۵۔ قرآن کریم شعیب علیہ السلام کی زبان سے یہ اعلان کرتا ہے کہ "قد جاء تکم بینة من ربکم" کہ تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی ہے اور یہ نہیں بتایا کہ وہ "واضح دلیل" کیا ہے؟ بات بالکل صاف ہے کہ "واضح دلیل" وہ تعلیم ہے جو شعیب علیہ السلام قوم کو دے رہے ہیں۔ راست بازی اور عدالت یعنی عدل و انصاف کی راہ وہ ساری تعلیمات جو انہوں نے قوم کو دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے نزدیک انبیاء کرامؑ کی تعلیم اور خود نبی کی اپنی ذات "دلیل بینہ" اور "حجت تام" ہے اور ضروری نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی دوسری نشانی اور مصطلحہ معجزہ بھی لازم ہو کیونکہ نبی کی تعلیم اور اس کی اپنی ذات سارے معجزات سے بڑا معجزہ ہے۔

۱۶۔ باطل کی ایک بڑی شناخت یہ ہے کہ نہ وہ اپنے لئے دلائل کی روشنی رکھتا ہے اور نہ ہی روشن دلائل کو برداشت کرتا ہے بلکہ جب اس کے سامنے روشنی آتی ہے تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور آنکھیں بند کر لیتا ہے اور اس کی موجودگی کو برداشت نہ کرتے ہوئے دلائل کا جواب غصہ و دھمکی اور قتل سے دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے تم انبیائے کرامؑ اور ان کے پیروان حق کی زندگی اور پھر ان کے مقابل اور مخالف باطل پرستوں کی زندگی کا موازنہ کرو اور تاریخ کے اوراق سے واضح شہادت لو تم کو قدم قدم پر یہ حقیقت آشکار اور روشن نظر آئے گی۔ داستان شعیب اس سے لبریز ہے۔

تفسیر اشراق المعانی

(اجمالی تعارف)

حبیب الرحمٰن

استاد قائد ملت گورنمنٹ کالج، کراچی

تفسیر اشراق المعانی، سید اقبال ظہیر، ناشر اقراء ویلفیئر ٹرسٹ، بنگلور، انڈیا، سن اشاعت بار سوم ۱۹۹۹ء

Iqra@poboxes.com

قرآن کریم علم و معرفت خداوندی کا خزینہ ہے۔ اس کا ہر ہر لفظ و جملہ اپنے معنی کی جامعیت، کاملیت اور وسعت کے اعتبار سے معجزہ ہے۔ رب العالمین نے اپنے کلام کے لئے عربی زبان کو منتخب فرما کر عربی زبان کو بھی اپنے کلام کی طرح زندہ اور معجزہ کر دیا۔ جتنا کامل اور عالمگیر اللہ کا کلام ہے عربی زبان کو بھی اتنی ہی عالمگیر وسعت سے نواز دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر آنے والا دن قرآن کے بحر سے علم و معنی کا ایک نیا گوہر لے کر طلوع ہوتا ہے۔ قرآنی کائنات کے مطلع پر ہر دم شمس و قمر اور ستارے چمک رہے ہیں جن کی روشنی سے مخلوقات کو فیض پہنچ رہا ہے۔ یہ کتاب ہدایت ہے جس کے نوری قافلہ نے اس کے زمانہ نزول سے آج تک متلاشیان حق کو رہنمائی فراہم کی ہے۔ اس کتاب کے ساتھ سچی اور پختہ وابستگی سے طالبان حق پر ہمیشہ صبغت اللہ کا رنگ چڑھا کر انہیں اولئک ھم المومنون حقا کا خدائی سرٹیفکیٹ عطا کیا ہے۔

اسلام کا پیغام مشرق سے نکل کر جب مغرب میں داخل ہوا تو کئی ایسے سنجیدہ، باذوق اور حق کے متلاشی افراد نے اس دین کے پیغام کو سمجھنے کے لئے قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش کی تاکہ مغرب جو اسلام کو بہت پرستی اور محمڈن ازم سمجھتا تھا اس کی اصلیت معلوم ہو سکے۔ چنانچہ اس ضمن میں A.J Arberry اور M.D.Pikhtal نے قرآن پاک کا ترجمہ، تفسیری نوٹ پر مشتمل مختصر تفاسیر مرتب کیں مسلمان اہل علم، بالخصوص جنہیں اسلامی علوم اور انگریزی زبان و بیان پر قدرت تھی، نے بھی دینی فریضہ اور دعوت و تبلیغ کا اہم کام سمجھتے ہوئے قرآن پاک کے انگریزی تراجم اور تفسیریں لکھنے کے کام کا آغاز کیا، اس ضمن میں عبداللہ یوسف علی، احمد علی لاہوری، علامہ اسد، عبدالماجد دریا آبادی، سید انور علی، نے مختلف ادوار میں قرآن پاک کا ترجمہ تفسیر کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ اس عظیم الشان کام کے نتیجے میں مغرب

میں رہنے والے، مغربی زبان سے واقفیت رکھنے والے اور مغرب سے متاثرہ افراد تک قرآن کا پیغام پہنچا اور آج بھی ایک جہاں اس سے مستفید ہو رہا ہے۔

مغرب جو مذاہب سے بیزار "الحق" سے دور، وحی کا منکر، ابدی صداقتوں کا دشمن، اور مغیبات پر ایمان کو وہم سمجھتا ہے پوری انسانی تاریخ کے ایک بالکل نئے اور اجنبی منظرنامے کی نقشہ گری کر رہا ہے، اس صورتحال کے ازالہ کی ایک علمی صورت یہ ہے کہ تمام آسمانی کتابوں کی طرف سے قرآن پاک کو بطور نمائندہ کتاب کے پیش کیا جائے کیونکہ دوسری کتابوں میں انسانی مداخلت اور خود انسانی فکر میں جو کبھی انسان کی خود اپنی عدم کاملیت اور نقص کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے قرآن کریم اس سے کلیۃً مبرا اور منزہ ہے۔ یہ بات کسی خوش فہمی اور حسن عقیدت کی بناء پر نہیں کی جارہی ہے بلکہ تاریخ میں جھوٹے مدعیان نبوت اور یونانی فکر کی مغلوبیت وحی الٰہی یعنی قرآن پاک کے غالب ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

آج اسلام کے مقابلہ میں یونان کے بجائے اسکی فکری اور علمی ذریت یونان یعنی مغرب ہے جس کا ذریعہ اظہار و بیان انگریزی ہے۔ اگرچہ کہ انگریزی پوری مغربی دنیا میں نہیں بولی جاتی لیکن اس کو اسپیشل اسٹیٹس حاصل ہے کیمبرج انسائیکلوپیڈیا آف لینگویجز (۱۹۸۷ء) کی رپورٹ کے مطابق انگریزی کو دنیا کے ۲۵ ممالک میں SPECIAL STATUS حاصل ہے اور دنیا میں ۶۰ ممالک ایسے ہیں جہاں انگریزی مادری زبان نہیں ہے مگر ان ممالک میں انگریزی Semi-official لینگویج کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ عالمی طور پر انگریزی کو جہاں سائنس، ٹیکنالوجی، ٹورازم، ڈپلومیسی، بزنس اور ٹریڈ کی زبان سمجھا جاتا ہے وہیں بین الاقوامی سطح پر انگریزی زبان سے اسلام کی دعوت اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی ترویج و اشاعت کا کام بھی بہتر طور پر کیا جاسکتا ہے۔

قرآن پاک کی پیش نظر انگریزی تفسیر اشراق المعانی ایک ایسے غیر روایتی عالم دین کے قلم سے ہے جس کا تعلق برصغیر کے ایک معروف مذہبی رنگ رکھنے والے علمی خانوادے سے ہے۔

یہ تفسیر مولف کے عربی اور انگریزی زبان پر یکساں عبور کا پتہ دیتی ہے۔ تفسیر کے مندرجات، حوالہ جات اور مشمولات سے صاحب تفسیر کے وسعت مطالعہ اور ان کے علمی، فکری، ادبی اور فقہی بصیرت کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ اور جہاں تک ان کے قلبی اور روحانی احساسات اور کیفیات کا تعلق ہے جس کی روشنی میں انہوں نے قرآن کریم کی ہدایت کے نور کو اپنے راہوار قلم سے بزبان انگریزی تفسیر کا جامہ پہنایا ہے اس کی ایک جھلک خود انکی اپنی پیش کردہ مثال میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جس میں علامہ

اقبالؒ کے والد اپنے بیٹے کے دل میں قرآن کے چشمہ صافی اور سرچشمہ ہدایت سے مستفید ہونے کا سچا اور حقیقی طریقہ بیان فرما رہے ہیں:

"Dr-Muhammad Iqbal" father asked his son,who was reciting the Quran, as to what he was reading.The son,knowing that the father was aware what he was reading, responded with an indifferent answer.'Who was it revealed to?' was the nex question. The irritated son replied that it was revealed to prophet muhammed(ﷺ).This may,my son,'Said the father,' you will never profit from the Quran.You will profit only if you read with the belief that the revelation has just come down, that it has been sent down specifically for you,and that it is you who has been addressed. It is only then that this book will open itself to you"(Pg No viii)

صاحب تفسیر انگریزی میں اس قدر مفصل تفسیر لکھنے کے باوجود قرآن کریم کے قاری کو قرآن کریم کے اصل عربی متن پڑھنے کی اسقدر پرزور ترغیب دیتے ہیں کہ بجا طور پر لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کا کوئی بھی ترجمہ، تفسیر، تشریح اور توضیح خود قرآن کریم کے براہ راست فہم اور اس سے استفادہ کا متبادل نہیں ہوسکتی۔

"The Quran should not only be read by oneself,directly,but also in its own language-Arabic.No commentary,however comprehensive,andno exegete,However erudite,can impart what the Quran itself can".The following reasons will illustrate the point".....?

قرآن کریم کے براہ راست فہم پر اتنا زیادہ زور وہ اس لیے دیتے ہیں کہ بقول صاحب تفسیر

کے "قرآن کریم معجزہ ہے اور معجزوں کو ترجمہ نہیں کیا جاسکتا۔ "And of course,miracles cannot be translated"Pg No viii اس تفسیر میں جن اصولوں کو پیش نظر رکھ کر قرآن کریم کی تفسیر کی گئی ہے وہ بعینہ وہ مطلوب اصول تفسیر ہیں جن سے صرف نظر کے نتیجہ میں قرآن کی تشریح اور تفصیل تو بیان ہو سکتی ہے لیکن مقصود قرآن ہرگز حاصل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قرآن کی زبان میں اللہ تعالیٰ انسان سے براہ راست مخاطب ہے جبکہ انسان کی ذاتی، ذہنی، اختراعی اور وضعی فکر انسان اور قرآن کے درمیان حائل ہو کر اسے خدائی والہامی ہدایت کے حصول سے دور کر دیتی ہے۔ اسی بناء پر صاحب تفسیر نے اپنی تفسیر کے لئے پہلا اصول القرآن بالقرآن، پھر القرآن بالسنۃ الصحیحۃ الثابتہ اور پھر القرآن بالاسلاف یعنی اقوال صحابہ، تابعین وتبع تابعین کا رضوان اللہ علیہم اجمعین کا منہج اختیار کیا ہے۔ صاحب التفسیر نے جہاں مفسرین کے درمیان فکر ورائے کا اختلاف ہوا ہے اس میں ان کے نزدیک قابل قبول رائے سلف کی ہوگی اسکی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن پاک کے زیادہ صائب معنی ومفہوم فطری طور پر انہی افراد کا ہوگا جنہوں نے براہ راست صاحب قرآن علیہ السلام سے قرآن کی تعلیم اور اسکے فہم کی تربیت حاصل کی ہے۔

صاحب تفسیر نے قرآن پاک کے فہم میں احادیث صحیح کے ایک بڑے ذخیرہ سے استفادہ کیا ہے اور وہ تفسیر قرآن کے لئے احادیث رسول ﷺ سے استدلال واستنباط کو ناگزیر سمجھتے ہیں اسکی مثال انہوں نے اپنے تفسیر کے مقدمہ میں اس طرح بیان کی ہے کہ:

"قرآن کریم نے لفظ "ریح" بمعنی ہوا کے دو مختلف معانی میں استعمال کیا ہے۔ بعض جگہ بطور مفرد "ریح" اور بعض جگہ جمع کی صورت میں "ریاح"۔ مجموعی طور پر اس لفظ کا استعمال ۲۹ مقامات پر کیا گیا ہے۔ لیکن جب ہم بنظر غائر اور توجہ کے ساتھ اس لفظ کے معنی پر غور کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ جب قرآن عذاب الٰہی کی خبر دیتا ہے تو اس کا اظہار ریح یعنی مفرد کے صیغہ کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں جب اللہ تعالیٰ خوشخبری کا اعلان فرماتا ہے تو اس کا اظہار "ریاح" جمع کے صیغہ کے ساتھ فرماتا ہے۔ اب قرآن پاک کے اس اصول لغت کو مدنظر رکھتے ہوئے نبی ﷺ کے ان دعائیہ کلمات پر غور فرمائیں جو آپ طوفان و باد وعرض کے موسم میں فرماتے:

اللھم اجعلہ لنا ریاحا ولا ریحا

ترجمہ: اے اللہ اس موسم کو ہمارے واسطے خوشخبری (فائدہ والا) بنا اور اس کو ہمارے لئے باعث

رحمت ومصیبت نہ بنا"

تصوف اور اہل تصوف کے عظیم الشان اسلامی ادارہ کو جدید وقدیم علوم کے حامل ایک قلیل مگر باثر گروہ نے جس طرح بدنام کر کے لوگوں کے قلوب میں ان شخصیات اور ان کے کام سے تنفر پیدا کرنے کی دانستہ کوشش کی ہیں سید اقبال ظہیر صاحب نے اپنے مقدمہ تفسیر میں ان حضرات کی مساعی کو "تزکیہ" احسان سے تعبیر کر کے پورے دین کی اصل ہی روح کے تزکیہ کو قرار دیا ہے اور اپنے تفسیری کام میں ان حضرات گرامی قدر کے کام سے جابجا استفادہ کو ضروری گردانا ہے۔ کیونکہ شریعت پر عمل، قلب میں اخلاص للّٰہیت اور تقویٰ کا حصول اور رجوع الی اللہ کے لئے اس سے بہتر دوسرا ذریعہ اور طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ البتہ ایسا کوئی بھی کام یا طریقہ جو تصوف کے نام پر کیا جائے اور اس کا شریعت سے کوئی واسطہ نہ ہو ظاہر ہے کہ اسکی کوئی حقیقت اور اہمیت نہیں ہے۔

اس تفسیر کے لکھنے میں جن قدیم عربی تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں تفسیر ابن کثیر، روح المعانی، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن قیم، زمخشری کی کشاف، زرکشی، شوکانی، صابونی وغیرہم شامل ہیں جبکہ جدید تفاسیر میں تفسیر عثمانی، معارف القرآن، تفہیم القرآن، سید قطب کی فی ظلال القرآن، عبداللہ یوسف علی کی The Glorious Quran، علامہ اسد کی Massage of the Quran اور عبدالماجد دریاآبادی کی Holly Quran, Translation and Commentory، شامل ہیں۔

سورۃ فاتحہ سمیت تقریباً تمام سورتوں کا آغاز "Merits of the Surah" یعنی فضیلت سورت سے کرتے ہیں اس عنوان کے تحت سورۃ کی فضیلت پر مشتمل احادیث وروایات کو جمع کر دیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرۃ کے شروع میں کیا گیا ہے۔

تفسیر کے طرز تحریر میں دو کالمی انداز اختیار کیا گیا ہے یعنی جس صفحہ پر قرآن کی آیات تحریر میں اس کے بالکل سامنے صفحہ کے باقی نصف پر اس کا انگریزی ترجمہ لکھا گیا ہے اور یہی انداز آیات کی انگریزی تفسیر میں بھی از اول تا آخر جاری ہے۔ تحریر کا انداز انگریزی رخا یعنی بائیں سے دائیں (Left to Right) ہے ہر صفحہ پر بائیں کالم کے اختتام پر دائیں کالم فوری شروع ہو جاتا ہے، جس کا تسلسل تحریر کے تسلسل کیساتھ جاری رہتا ہے۔

جب کوئی عربی کا حوالہ دیا جاتا ہے تو صرف انگریزی ترجمہ پر اکتفا کرنے کے بجائے عربی عبارات جو زیادہ تر آیات قرآنی اور احادیث رسول پر مشتمل ہیں تحریر کردی گئی ہیں اور تفسیر میں جہاں جہاں

کسی اہم عنوان کو نمایاں کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں باقاعدہ عنوان یا موضوع جلی حروف (Heading) کی صورت میں لکھا گیا ہے مثلاً پہلی جلد میں صفحہ نمبر ۲۹ Hypocrisy صفحہ نمبر ۲۳ Taqwa صفحہ نمبر ۳۰۲ The Tabut صفحہ نمبر ۳۳۶ Riba صفحہ ۳۳۲ women in the secular

تفسیر کا انداز روایتی ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرتی مسائل کو بھی مطلوبہ اہمیت دی گئی ہے مثلاً حج کی سماجی اور معاشرتی اہمیت مندرجہ ذیل الفاظ میں ملاحظہ ہوں اگرچہ کہ الفاظ غلپ کے ہنی کے ہیں مگر ان کو مناسب مقام پر جوڑا گیا ہے۔

"The socializing influence of such a gathering of the brotherhood of believers from the four quarters of the earth is hard to over-estimate.It afforded oppourtunity for Negroes,Berbers,Chinees,Persians,Syrians,Turks,Arabs -Rich and Poor,high and low-tofraternise and meet togather on the common ground of faith"

اور اسی طرح کے اقتباسات مختلف جگہوں پر دیے گئے ہیں مثلاً ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ کی تفسیر کے تحت عبدالماجد دریا آبادی کے حوالے سے سورۃ بقرۃ آیہ نمبر ۲۰۱ کے مذکورہ ٹکڑے کی عمدہ توضیح ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"Daryabadi presents a christian Scholar"Puzzle:This is wne of the most puzzling Paradoxes in Islam. As to recognising,using and enjoying this world,Islam is a most Practical Religion,but on the doctrine of Salvation,it is absolutely and entirely other-worldly......"

تفسیر میں جا بجا اہم مقامات کی وضاحت نقشہ سے کی گئی ہے مثلاً حج سے متعلقہ آیات میں مواقیت اور حدود حرم کو نقشہ کی مدد سے واضح کیا گیا ہے اور اسی طرح مختلف مقامات کے فاصلوں کو منزل کوس اور میل کے بجائے کلومیٹر کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ صفحہ نمبر ۲۳۷۔۲۳۸۔ جلد اول پر اس کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

جن آیات سے فقہی اور قانونی احکام کا استنباط ہوتا ہے وہاں "Legal Points" کے عنوان اور ذیلی سرخی کے ذریعہ متعلقہ آیت میں وارد ہونے والے احکام کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ائمہ فقہائے کرام کی آراء کا ذکر کرنے کے بعد عمومی طور پر راجح اور مرجوح قول کی بحث سے غالباً جان بوجھ کر اغماض برتا ہے تاکہ تفسیر پر کسی خاص مسلک کا رنگ غالب نہ ہو اور نہ ہی یہ یک مسلکی حیثیت اختیار کرے۔

تفسیر میں جا بجا اہل کتاب کے عقائد کا رد اور ان کے اعمال سیئہ کی بنیاد پر اللہ کی طرف سے انکی گرفت کو بڑے زوردار انداز میں بیان کیا گیا ہے مثلاً صفحہ نمبر ۱۰۰ پر سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر ۹۵ کی تفسیری وضاحت میں یہودیوں کی موجودہ نسل کے مزاج، عبادات واطوار اور نفسیات میں اپنے منسوب آباء اجداد کے پختہ پیروکار ہونے کی دلچسپ مثال بیان کی ہے۔

"Interestingly,The National Geographic Magazine reports in one of its articles that in the modern day Israel, where the Rabbis have declared even the operation of an elevator as a breach of the Sabbath, The Jews set the elevator Switches in such a manner, that from friday evening until the next evening the lifts are operative all the time with the small inconvenience of halts at every floor..."

پوری تفسیر عموماً انگریزی کے تلفظ کی غلطی سے مبرا ہے سوائے ایک ادھ جگہ کے مثلاً مفسرین کے لئے Exigits بجائے Exegete(s) کے لکھا ہوا ہے جو یقیناً کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے ہوگی ورنہ پوری تفسیر سلیس رواں، شستہ اور شائستہ انگریزی میں مہارت کا خوبصورت علمی وادبی مرقع ہے جو بھاری بھی کم، شاذ اور مشکل الفاظ اور محاوروں کے بوجھ سے آزاد ایک اوسط انگریزی پڑھے لکھے ہوئے شخص کے لئے بھی قابل فہم ہے۔ پاکستان سمیت پوری دنیا میں انگریزی دان مسلمان افراد تک مناسب قیمت میں سہل الحصول طریقہ پر پہنچنے سے محترم سید اقبال ظہیر صاحب کی یہ انتھک محنت اور جدوجہد بار آور ثابت ہوگی۔

تفسیر المسائل والاحکام

پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج
صدر اقرأ کونسل جامعہ اسلامیہ کورے وال (ٹرسٹ)

نشہ میں طلاق، جبری طلاق اور اکٹھی تین طلاقیں

سوال: اکثر سننے میں آتا ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو نشہ میں طلاق دے دی یا کسی نے گن پوائنٹ پر طلاق دے دی یا کسی نے اکٹھی تین طلاقیں دے دیں کیا ان تمام صورتوں میں واقعی طلاق ہو جاتی ہے؟

(بشریٰ طاہر، عزیز آباد، کراچی)

طلاق حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض شے ہے۔ جسے اسلامی معاشرت میں بامر مجبوری قبول کیا گیا ہے یہ نکاح کے بندھن کو ختم کرنے کا اولین اور موثر ترین ذریعہ ہے۔ قرآن مجید نے اصلاً نکاح پر ہی زور دیا ہے۔ اور معاشرے کے بڑوں کو بھی یہی کہا ہے کہ وہ اپنے سے چھوٹوں اور زیر دستوں کا نکاح کرانے میں عملی دلچسپی لیں۔ مگر طلاق کے معاملہ پر، قرآنی تعلیم یہ ہے کہ شقاق (باہمی ناچاقی) کی صورت میں جو بالعموم طلاق پر منتج ہوتا ہے اولاً مرد و عورت کی طرف سے دو ثالثوں کا تقرر ہو، جو فریقین کے درمیان پیدا ہونے والے نزاع کا حل تلاش کریں۔ وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها ج ان یریدا اصلاحا یوفق الله بینهما ط (النساء: آیت ۳۵) اور تمہیں ان دونوں (میاں بیوی) کے مابین شقاق باہمی کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد کے گھر والوں کی طرف سے اور ایک پنچ عورت کے گھر والوں کی طرف سے مقرر کر دو۔ اگر وہ دونوں مصالحت کا ارادہ رکھیں تو اللہ ان کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔ یہ مرحلہ اس لیئے رکھا گیا ہے کہ شریعت کا اولین تقاضا عورت کو طلاق سے بچانا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرد کے ارادۂ طلاق کو اس کے فیصلہ طلاق بننے میں کچھ وقت لگے۔ اور اس درمیانی مدت میں مرد اپنے ارادہ پر، اگر ممکن ہو تو نظر ثانی کر لے، تا کہ کسی عورت کا گھر برباد نہ ہو جائے پھر بچوں کی موجودگی میں اسکی ضرورت کئی گنا آپ ہی آپ بڑھ جاتی ہے۔ پھر طلاق کے بعد عدت کو رکھا گیا ہے۔ جسکی ایک حکمت یہ ہے کہ عورت اور مرد دونوں کو دوران عدت، رجوع کا موقع مل سکے تا کہ وہ دونوں اس مدت میں اپنے اپنے رویّوں پر نظر ثانی کر کے، اگر ضرورت داعی ہو تو اپنا گھر حسب سابق آباد کر سکیں۔ لاتدری لعل الله یحدث بعد ذلک امرا۔ (الطلاق:۱) تو نہیں جانتا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کے (طلاق دینے کے) بعد (رجوع کی)

کوئی نئی صورت پیدا فرما دے۔

یہ وہ حقیقت ہے جو قرآن کے عمومی مطالعہ سے بہ آسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ طلاق کی سنگینی بالعموم عورت پر، اسکے بچوں پر بلکہ پورے خاندان پر اپنے منفی اثرات مرتب کیئے بغیر نہیں رہتی۔ اس لیئے طلاق نہ صرف زندگی کا سب سے زیادہ حساس معاملہ ہے بلکہ نتائج کے اعتبار سے سنگین بھی ہے۔ مگر حیرت ہے کہ اس کے باوجود طلاق یا طلاق ثلاثہ کی تنفیذ میں عجلت پسندی کے مظاہرے اور وقوع کے فتاوے آئے دن دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔ اس پر سوائے کف افسوس ملنے کے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔ طلاق نافذ کرنے میں اتنی دلچسپی، جلدی اور اصرار ہماری تہذیبی معاشرت کی ابتری اور قرآن سے دوری کی آئینہ دار ہے۔ یہ ابتری اور دوری کہیں تو ایک ساتھ تین طلاقوں کے وقوع کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ کہیں سکران یعنی نشہ کی حالت میں، کہیں جبر و اکراہ کی کیفیت میں، وغیر ذالک جبکہ یہ تمام صورتیں ابنارمل (Abnormal) صورتیں ہیں۔ اور قرآنی تعلیمات کے برعکس بھی اس لیئے میں ان فقہا اور علماء کے نقطۂ نظر سے متفق ہوں جو ان کے عدم وقوع کے قائل ہیں۔ تفصیلی دلائل الگ مضامین میں ظاہر کیئے جائیں گے۔ سر دست اسی پر اکتفا کیجئے۔

تحقیقی ضرورت، سرقہ بازی، اور کاروباری منافع

سوال: میں نے ایک تفسیر کی کتاب میں پڑھا ہے کہ "یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جسکا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل کرنا قانونی جرم ہے" میں چونکہ پی ایچ ڈی کی طالبہ ہوں اس لیئے جاننا چاہتی ہوں کہ کیا میں اب اس کتاب سے کوئی حوالہ نہیں دے سکتی۔ کیونکہ حوالہ کے لیئے عبارتیں بھی نقل کرنا پڑتی ہیں۔ نیز یہ بھی بتایئے کہ اس قسم کی پابندی لگانا، قانون مذہب کی رو سے درست بھی ہے یا نہیں؟

(راشدہ پروین، ریسرچ اسکالر، جامعہ کراچی)

جواب: اس قسم کی تحریریں پتہ نہیں کس مقصد کے لیئے لکھی جاتی ہیں۔ تفسیر کی کتاب میں اگر مؤلف نے خود دوسرے بیشمار علمائے تفسیر، ائمہ لغت و ادب، فقہائے مذاہب، اور مؤلفین احادیث کے جملے، پیرے، لائنیں اور مختلف اقسام کے مواد کو بطور حوالے کے نقل کر رکھا ہو تو وہ کسی دوسرے کو اس امر کا پابند کیسے کر سکتا ہے کہ دوسرا ایسا کام ہرگز نہ کرے، یہ تو وہی بات ہوئی لم تقولون مالا تفعلون۔ تم وہ بات کیوں کہتے ہو، جو خود نہیں کرتے۔ کتاب چھاپنے کا مقصد فروغ علم و دانش ہوتا ہے اور کسی کتاب سے حوالہ کی نقل خواہ ایک جملہ کی ہو یا کئی صفحات کی (حسب ضرورت اور بطور ثبوت) کہیں پیش کرنی ہوتی ہے اور یہ عمل کسی تحقیق کار پر ہی کیا موقوف عام قاری کے لیئے بھی بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ حوالہ میں متعلقہ مواد نقل یا پیش

کرے۔ ہمارے خیال میں اس طرح کی پابندی عائد کرنا، نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ قاری کو اسکے جائز حق سے روکنا بھی ہے یہ پابندی تحقیق کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس سے عمل تحقیق متاثر ہوتا ہے۔

اگر یہ پابندی اس لیئے عائد کی گئی ہے کہ کوئی قاری یا محقق مؤلف کے جملوں، اور فقروں کو نقل کر کے اس پر تنقید نہ کر سکے تو یہ مؤلف کا خود پر عدم اعتماد ہے۔ ہاں اگر کوئی یہ لکھتا ہے کہ کتاب ہٰذا سے قابل حوالہ مواد مصنف کے نام کے بغیر نقل کرنا قانوناً جرم ہے تو ایسی پابندی یقیناً قابل فہم ہے کیونکہ اس تحریر کا مقصد، لوگوں کو سرقہ بازی سے روکنا ہے، جو بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ اب سرقہ بازی کا کلچر بھی عام ہوتا جارہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مؤلف کی کتاب سے معتد بہ مواد خواہ وہ مؤلف کے نام سے ہی کیوں نہ ہو، کاروباری منافع کی غرض سے نقل کر کے چھاپتا ہے تو بے شک یہ بھی جرم ہے۔ اور ایسے مجرموں کے خلاف بھی قانونی کاروائی ضروری ہے۔

نامرد کی منکوحہ اور اس کی عدت

سوال: جو آدمی حق زوجیت کی ادائیگی کے قابل نہ ہو، پھر خلع کے ذریعے رشتہ ازدواج ختم ہو جائے تو کیا اس صورت میں بھی عورت کو عدت گزارنی پڑے گی۔

(مسعود احمد خان، شاہ فیصل کالونی، کراچی)

جواب: ہرگز نہیں، عدت کس بات کی؟ جب مجامعت نہیں ہوئی، عدت کیسی؟ عدت کی دو حکمتیں ہیں۔ جس میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ذریعے رحم کی حالت کا پتہ چلایا جاتا ہے کہ کہیں مختلعہ یا مطلقہ حاملہ تو نہیں اور اس حقیقت کو جاننے کے لیئے "ثلاثۃ قروء" یعنی تین حیض کی عدت رکھی گئی ہے۔ اور بصورت حاملہ یہی عدت وضع حمل تک ممتد ہو جاتی ہے۔ مگر یہ سب اس وقت ہوتا ہے کہ جب مقاربت کا عمل وقوع پذیر ہوا ہو۔ اور یہاں ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اور ہو بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ مرد جماع کی صلاحیت سے محروم تھا اس لیئے اس علیحدگی پر کوئی عدت نہیں کہ جسے مردِ شمار میں لائے۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

یاایها الذین امنوا اذا نکحتم المومنٰت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لکم علیهن من عدة تعتدونها. (الاحزاب۔۴۹)

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں چھونے سے قبل طلاق دے دو تو تمہارے لیئے ان عورتوں پر کوئی عدت نہیں کہ جسے تم شمار کرو۔

یہاں "تمسوهن" کے الفاظ بظاہر صحبت و مجامعت کے لیئے بطور کنایہ استعمال ہوئے ہیں مگر

یہ کنایہ صراحت معنوی سے مالا مال ہے۔ اور یہ قرآن کریم کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں، حقیقت نفس الامری کو ویسے ہی بیان کر دیتا ہے کہ جیسے کوئی صراحت ہو۔ ایسے موقعوں کے لیئے یہ کہنا بالکل بجا ہے الاشارة ابلغ من العبارة. واضح رہے کہ مجامعت اور خلوت صحیحہ میں بڑا فرق ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ یہاں مجامعت کے مفہوم پر منطوق ہوئے ہیں نہ کہ خلوت صحیحہ کے مفہوم پر جیسا کہ اکثر سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ خلوت ہر حال میں صحبت کو مستلزم نہیں ہوتی بلکہ صحبت تو کجا فقط چھونے کو بھی مستلزم نہیں ہوتی۔ اس لیئے قرآن نے تمسوهن کی قید لگائی ہے نہ کہ خلوت کی۔ اور یہ کہ کسی نامرد کے کیلئے تو خلوت صحیحہ کا ہزار بار وقوع بھی، صحبت و مجامعت کا قائم مقام نہیں بن سکتا۔ پھر ایسے میں استبرائے رحم کا کیا سوال کہ جسے جاننے کے لیئے عدت کا مرحلہ درپیش ہو۔

ہمارے نزدیک اس طرح کے معاملات (Cases) کی روک تھام کے لیئے قانون سازی کی ضرورت ہے میری رائے میں تو ایسے شوہروں کو کوئی نہ کوئی سزا ضرور ملنی چاہیئے کہ جو مردانہ صلاحیت سے محرومی کے باوجود، کسی عورت سے شادی کر کے اسے مختلعہ یا مطلقہ ہونے کی ذہنی اذیت میں مبتلا کرتے ہیں۔

بہر حال نفس مسئلہ پر مذکورہ بالا آیت بطور نص کے ہے۔ اس کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔